⚜⚜⚜ تقریر ⚜⚜⚜

تقریر بابت مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی احبابِ جماعت کو نصائح

(از ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء)

(تقریر نمبر 5)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران:105)

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے افاضات اور فرمودات پر مشتمل ملفوظات پر دس جلدیں زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ ان سے اپنی ذاتی اصلاح اور احبابِ جماعت کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کے لئے بہت قیمتی نصائح مل جاتی ہیں۔ اِن کو پڑھ کر خیال گزرا کہ کیوں نہ آپؑ کی اہم اور مفید نصائح کو افادۂ عام کے لئے تقاریر کی صورت میں جمع کر دیا جائے۔ سو آج ملفوظات جلد اوّل ایڈیشن 1984ء سے چند اہم اور قیمتی نصائح قارئین کی خدمت میں پیش ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی تقریر نمبر 5 ہے۔

لوگ ہماری دُعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ بات بھی بحضورِ دل سُن لینی چاہیے کہ قبولِ دُعا کے لیے بھی چند شرائط ہوتی ہیں۔ اُن میں سے بعض تو دُعا کرانے والے کے متعلّق ہوتی ہیں اور بعض دعا کرانے والے کے متعلّق۔ دُعا کرانے والے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیّت کو مدِ نظر رکھے۔ اور اس کے غِنا ذاتی سے ہر وقت ڈرتا رہے اور صُلح کاری اور خدا پرستی اپنا شعار بنالے۔ تقویٰ اور راستبازی سے خدا تعالیٰ کو خوش کرے تو ایسی صورت میں دُعا کے لیے بابِ استجابت کھولا جاتا ہے اور اگر وہ خدا تعالیٰ کو ناراض کرتا ہے اور اُس سے بگاڑ اور جنگ قائم کرتا ہے تو اُس کی شرارتیں غلط کاریاں دُعا کی راہ میں ایک سدّ اور چٹان ہو جاتی ہیں اور استجابت کا دروازہ اُس کے لیے بند ہو جاتا ہے۔ پس ہمارے دوستوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ہماری دُعاؤں کو ضائع ہونے سے بچاویں اور اُن کی راہ میں کوئی روک نہ ڈال دیں جو اُن کی ناشائستہ حرکات سے پَیدا ہو سکتی ہیں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 108)

تقویٰ شریعت کا خلاصہ ہے۔ فرمایا

"اُن کو چاہیے کہ وہ تقویٰ کی راہ اختیار کریں کیونکہ تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جس کو شریعت کا خُلاصہ کہہ سکتے ہیں اور اگر شریعت کو مختصر طور پر بیان کرنا چاہیں تو مغزِ شریعت تقویٰ ہی ہو سکتا ہے۔ تقویٰ کے مدارج اور مراتب بہت ہیں۔ لیکن اگر طالب صادق ہو کر ابتدائی مراتب اور مراحل کو استقلال اور خلوص سے طے کرے تو وہ اُس راستی اور طلب صِدق کی وجہ سے اعلیٰ مدارج کو پالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدہ:28)۔ گویا اللہ تعالیٰ متقیوں کی دُعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ یہ گویا اُس کا وعدہ ہے اور اُس کے وعدوں میں تخلّف نہیں ہوتا جیسا کہ فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (الرعد: 32)۔ پس جس حال میں تقویٰ کی شرط قبولیّت دُعا کے لیے ایک غیر منفک شرط ہے۔ تو ایک اِنسان غافِل اور بے راہ ہو کر اگر قبولیّت دُعا چاہے تو کیا وہ احمق اور نادان نہیں ہے۔ لہٰذا ہماری جماعت کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ ہر ایک اُن میں سے تقویٰ کی راہوں پر قدم مارے۔ تا کہ قبولیّتِ دُعا کا سُرور اور حظّ حاصل کرے اور زیادتی ایمان کا حصہ لے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 108-109)

سامعین! اصلی شاہزور اور بہادر وُہ ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مقدرت رکھتا ہو۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"ہماری جماعت میں شہزور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں۔ بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیلِ اخلاق کے لیے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امر واقعی ہے کہ وہ شہزور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں! نہیں!۔ اصلی بہادر وُہی ہے جو تبدیلِ اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیلِ اخلاق میں صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 140)

اچھی اور عُمدہ حالت میں اِس دنیا سے کُوچ کرنے کی نصیحت۔ فرمایا

"مَیں پھر پکار کر کہتا ہوں اور میرے دوست سُن رکھیں کہ وہ میری باتوں کو ضائع نہ کریں اور اُن کو صرف ایک قصّہ گو یا داستان کی کہانیوں ہی کا رنگ نہ دیں بلکہ مَیں نے یہ ساری باتیں نہایت دلسوزی اور سچّی ہمدردی سے جو فطرتاً میری رُوح میں ہے کی ہیں۔ اُن کو گوش دِل سے سُنو اور اُن پر عمل کرو!

ہاں خوب یاد رکھو اور اِس کو سچ سمجھو کہ ایک روز اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے پس اگر ہم عُمدہ حالت میں یہاں سے کُوچ کرتے ہیں تو ہمارے لیے مُبارکی اور خوشی ہے۔ ورنہ خطرناک حالت ہے۔ یاد رکھو کہ جب انسان بُری حالت میں جاتا ہے تو مکان بعید اُس کے لیے یہیں سے شروع ہو جاتا ہے یعنی نزع کی حالت ہی سے اُس میں تغیّر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى (طٰہٰ:75)۔ یعنی جو شخص مُجرم بن کر آوے گا۔ اُس کے لیے ایک جہنّم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ یہ کیسی صاف بات ہے۔ اصل لذّت زندگی کی راحت اور خوشی ہی میں ہے۔ بلکہ اسی حالت میں وہ زندہ متصوّر ہوتا ہے جبکہ ہر طرح کے امن و آرام میں ہو۔ اگر وُہ کسی درد مثلاً قولنج یا درد دانت ہی میں مبتلا ہو جاوے تو وہ مُردوں سے بدتر ہوتا ہے اور حالت ایسی ہوتی ہے کہ نہ تو مُردہ ہی ہوتا ہے اور نہ زِندہ ہی کہلا سکتا ہے پس اِسی پر قیاس کر لو کہ جہنّم کے دردناک عذاب میں کیسی بُری حالت ہوگی۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 142-143)

خدا تعالیٰ کی معرفت کے حصول میں ہی کامیابی ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"یاد رکھو کہ وُہ راہ، جہاں اِنسان کبھی ناکام نہیں ہو سکتا وہ خدا کی راہ ہے۔ دُنیا کی شاہراہ ایسی ہے جہاں قدم قدم پر ٹھوکریں اور ناکامیوں کی چٹانیں ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے سلطنتوں تک کو چھوڑ دیا آخر بے وقوف تو نہ تھے۔ جیسے ابراہیم ادہم۔ شاہ شجاع۔ شاہ عبد العزیز جو مجدّد بھی کہلاتے ہیں۔ حکومت، سلطنت، اور شوکتِ دُنیا کو چھوڑ بیٹھے۔ اُس کی یہی وجہ تو تھی کہ ہر قدم پر ایک ٹھوکر موجود ہے۔ خدا ایک موتی ہے اُس کی معرفت کے بعد انسان دُنیاوی اشیاء کو ایسی حقارت اور ذلّت سے دیکھتا ہے کہ ان کے دیکھنے کے لیے بھی اسے طبیعت پر ایک جبر اور اِکراہ کرنا پڑتا ہے۔ **پس خدا تعالےٰ کی معرفت چاہو اور اُس کی طرف ہی قدم اٹھاؤ کہ کامیابی اِسی میں ہے۔**"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 145)

ہماری جماعت کے لوگ میرے مُرید ہو کر مجھے بدنام نہ کریں۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"جو شخص اپنے ہمسایہ کو اپنے اخلاق میں تبدیلی دکھاتا ہے کہ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہے۔ وہ گویا ایک کرامت دکھاتا ہے۔ اُس کا اثر ہمسایہ پر بہت اعلیٰ درجہ کا پڑتا ہے۔ ہماری جماعت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا ترقی ہو گئی ہے اور تہمت لگاتے ہیں کہ افتراء، غیظ و غضب میں مُبتلا ہیں۔ کیا یہ اُن کے لیے باعثِ ندامت

نہیں ہے کہ انسان عُمدہ سمجھ کر اس سلسلہ میں آیا تھا۔ جیسا کہ ایک رشید فرزند اپنے باپ کی نیک نامی ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ بیعت کرنے والا فرزند کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ازواج مطہرات کو امّہات المومنین کہا گیا ہے گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عامۃُ المومنین کے باپ ہیں۔ جسمانی باپ زمین پر لانے کا مُوجب ہوتا ہے اور حیات ظاہری کا باعث۔ مگر رُوحانی باپ آسمان پر لے جاتا اور اُس مرکزِ اصلی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو بدنام کرے؟ طوائف کے ہاں جاوے؟ اور قمار بازی کرتا پھرے۔ شراب پیوے یا اور ایسے افعالِ قبیحہ کا مرتکِب ہو جو باپ کی بدنامی کا مُوجب ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کوئی آدمی ایسا نہیں ہو سکتا جو اس فعل کو پسند کرے۔ لیکن جب وہ نہ خلف بیٹا ایسا کرتا ہے تو پھر زبانِ خَلق بند نہیں ہو سکتی۔ لوگ اُس کے باپ کی طرف نسبت کر کے کہیں گے کہ یہ فُلاں شخص کا بیٹا فُلاں بد کام کرتا ہے۔ پس وہ ناخلف بیٹا خود ہی باپ کی بدنامی کا موجب ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جب کوئی شخص ایک سلسلہ میں شامل ہوتا ہے اور اُس سِلسلہ کی عظمت اور عزّت کا خیال نہیں رکھتا اور اس کے خلاف کرتا ہے۔ تو وہ عِند اللہ ماخوذ ہوتا ہے۔ کیونکہ وُہ صرف اپنے آپ کو ہی ہلاکت میں نہیں ڈالتا۔ بلکہ دوسروں کے لیے ایک بُرا نمونہ ہو کر اُن کو سعادت اور ہدایت کی راہ سے محرُوم رکھتا ہے پس جہاں تک آپ لوگوں کی طاقت ہے خدا تعالیٰ سے مدد مانگو اور اپنی پُوری طاقت اور ہمّت سے اپنی کمزوریوں کو دُور کرنے کی کوشش کرو۔ جہاں عاجز آجاؤ وہاں صِدق اور یقین سے ہاتھ اُٹھاؤ کیونکہ خشُوع اور خضُوع سے اُٹھائے ہوئے ہاتھ جو صِدق اور یقین کی تحریک سے اُٹھتے ہیں خالی واپس نہیں ہوتے۔ ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری ہزار ہا دُعائیں قبول ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔

یہ ایک یقینی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر اپنے اَبنائے جِنس کے لیے ہمدردی کا جوش نہیں پاتا وہ بخیل ہے۔ اگر مَیں ایک راہ دیکھوں جس میں بھلائی اور خیر ہے تو میرا فرض ہے کہ مَیں پُکار پُکار کر لوگوں کو بتلاؤں۔ اس اَمر کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کہ کوئی اُس پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل 146-147)

سامعین! مَیں تمہارے اندر ایک نمایاں تبدیلی چاہتا ہوں۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"اگر ایک شخص بھی زندہ طبیعت کا نِکل آوے تو کافی ہے۔ مَیں یہ بات کھول کر بیان کرتا ہوں کہ میرے مناسب حال یہ بات نہیں ہے کہ جو کچھ مَیں آپ لوگوں کو کہتا ہوں مَیں ثواب کی نیّت سے کہتا ہوں۔ نہیں! مَیں اپنے نفس میں اِنتہا درجہ کا جوش اور درد پاتا ہوں گو وہ وجوہ نامعلوم ہیں کہ کیوں یہ جوش ہے۔ مگر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ یہ جوش ایسا ہے کہ مَیں رُک نہیں سکتا۔ اس لیے آپ لوگ اِن باتوں کو ایسے آدمی کی وصایا سمجھ کر کہ پھر شاید ملنا نصیب نہ ہو۔ اُن پر ایسے کاربند ہوں کہ ایک نمونہ ہو اور ان آدمیوں کو جو ہم سے دُور ہیں۔ اپنے فعل اور قول سے سمجھا دو۔ اگر یہ بات نہیں ہے اور عمل کی ضرورت نہیں ہے۔ تو پھر مُجھے بتلاؤ۔ کہ یہاں آنے سے کیا مطلب ہے؟۔ مَیں مخفی تبدیلی نہیں چاہتا۔ نمایاں تبدیلی مطلوب ہے تا کہ مخالِف شرمندہ ہوں اور لوگوں کے دِلوں پر یک طرفہ روشنی پڑے اور وہ نااُمید ہو جاویں۔ کہ یہ مخالف ضلالت میں پڑے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بڑے بڑے شریر آکر تائِب ہوئے وہ کیوں؟ اس عظیم الشّان تبدیلی نے جو صحابہؓ میں ہوئی اور ان کے واجب التقلید نمونوں نے اُن کو شرمندہ کیا۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 148)

پھر حضورؑ اِسی تسلسل میں فرماتے ہیں۔

"مَیں پھر تم کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ تم جو میرے ساتھ ایک سچّا تعلق پیدا کرتے ہو۔ اُس سے یہی غرض ہے کہ تم اپنے اخلاق میں، عادات میں ایک نمایاں تبدیلی کرو۔ جو دُوسروں کے لیے ہدایت اور سعادت کا مُوجب ہو۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 151)

ہماری جماعت آخرت پر نظر رکھے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

"دیکھو! لُوط وغیرہ قوموں کا انجام کیا ہوا۔ ہر ایک کو لازم ہے کہ دل اگر سخت بھی ہو۔ تو اس کو ملامت کر کے خشُوع و خضُوع کا سبق دے۔ ہماری جماعت کے لیے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اُن کو تازہ معرفت ملتی ہے۔ اگر کوئی دعویٰ تو معرفت کا کرے مگر اس پر چلے نہیں تو یہ لاف و گزاف ہی ہے۔ اس لیے ہماری جماعت دوسروں کی غفلت سے خود غافل نہ رہے اور اُن کی محبت کو سرد دیکھ کر اپنی محبّت کو ٹھنڈا نہ کرے۔ انسان بہت تمنّائیں رکھتا ہے غیب کی قضا و قدر کی کِس کو خبر ہے۔ آرزوؤں کے موافق زندگی کبھی نہیں چلتی ہے۔ آرزوؤں کا سلسلہ اَور ہے اور قضا و قدر کا سِلسِلہ اور ہے اور یہی سِلسلہ سچّا ہے۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے پاس اِنسان کے سوانح سچے ہیں اُسے کیا معلوم ہے کہ اس میں کیا کیا لکھا ہے؟۔ اس لیے دِل کو جگا جگا کر متوجّہ کرنا چاہیے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 152)

میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

”اِس خانہ کو بتوں سے پاک وصاف کرنے کے لیے ایک جہاد کی ضرورت ہے اور اس جہاد کی راہ مَیں تمہیں بتاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو ان بتوں کو توڑ ڈالو گے اور یہ راہ مَیں اپنی خود تراشیدہ نہیں بتاتا۔ بلکہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ مَیں بتاؤں اور وُہ راہ کیا ہے؟ میری پیروی کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ یہ آواز نئی آواز نہیں ہے۔ مکّہ کو بُتوں سے پاک کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا تھا۔ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ (ال عمران:32)۔ اسی طرح پر اگر تُم میری پیروی کرو گے اور اپنے اندر کے بُتوں کو توڑ ڈالنے کے قابل ہو جاؤ گے اور اس طرح پر سینہ کو جو طرح طرح کے بُتوں سے بھَرا پڑا ہے پاک کرنے کے لائق ہو جاؤ گے۔ تزکیہ نفس کے لیے چلہ کشیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے چلہ کشیاں نہیں کی تھیں۔ ارّہ اور نفی واثبات وغیرہ کے ذکر نہیں کیے تھے۔ بلکہ اُن کے پاس ایک اَور ہی چیز تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں محو تھے۔ جو نُور آپؐ میں تھا۔ وُہ اُس اطاعت کی نالی میں سے ہو کر صحابہؓ کے قلب پر گرتا اور ماسوی اللہ کے خیالات کو پاش پاش کرتا جاتا تھا۔ تاریکی کے بجائے اُن سینوں میں نُور بھرا جاتا تھا۔ اِس وقت بھی خوب یاد رکھو وُہی حالت ہے جبتک کہ وہ نُور جو خدا کی نالی میں سے آتا ہے تمہارے قلب پر نہیں گرتا، تزکیۂ نفس نہیں ہو سکتا۔ انسان کا سینہ مہبط الانوار ہے اور اِسی وجہ سے وہ بیت اللہ کہلاتا ہے۔ بڑا کام یہی ہے کہ اس میں جو بُت ہے وہ توڑے جائیں اور اللہ ہی اللہ رہ جائے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَللّٰہُ اَللّٰہُ فِیۡ اَصۡحَابِیۡ۔ میرے صحابہؓ کے دلوں میں اللہ ہی اللہ ہے۔ دل میں اللہ ہی اللہ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ انسان وحدتِ وجُود کے مسئلہ پر عمل کرے اور ہر کتّے اور گدھے کو معاذ اللہ خدا اقرار دے بیٹھے۔ نہیں! نہیں! ۔ اس سے اصل غرض یہ ہے کہ انسان کا جو کام ہو۔ اس میں مقصود فی الذّات اللہ تعالیٰ ہی کی رضا ہو اور نہ کچھ اَور اور یہ درجہ حاصِل نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 187-188)

جماعت کو تقویٰ کی نصیحت حضورؑ فرماتے ہیں۔

”مَیں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ ضرورت ہے اعمالِ صالحہ کی۔ خدا تعالیٰ کے حضور اگر کوئی چیز جا سکتی ہے تو وہ یہی اعمالِ صالحہ ہیں۔ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ (فاطر:11) خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِس وقت ہمارے قلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلواروں کے برابر ہیں۔ لیکن فتح اور نُصرت اُسی کو ملتی ہے جو متقی ہو۔ خدا تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمادیا ہے۔ کَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ مومنوں کی نصرت ہمارے ذمہ ہے۔ اور لَنۡ یَّجۡعَلَ اللّٰہُ لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ سَبِیۡلًا۔ اللہ مومنوں پر کافروں کو راہ نہیں دیتا۔ اس لئے یاد رکھو کہ تمہاری فتح تقویٰ سے ہے۔ ورنہ عرب تو نرے لکچرار اور خطیب اور شاعر ہی تھے۔ اُنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فرشتے ان کی امداد کے لیے نازل کیے۔ تاریخ کو اگر انسان پڑھے تو اُسے نظر آجائے گا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس قدر فتوحات کی وہ انسانی طاقت اور سعی کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک 20 سال کے اندر ہی اندر اسلامی سلطنت عالمگیر ہو گئی۔ اب ہم کو کوئی بتادے کہ انسان ایسا کر سکتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا وَّ الَّذِیۡنَ ہُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ بھی ہوں۔ متقی کے معنی ہیں ڈرنے والا۔ ایک ترکِ شر ہوتا ہے اور ایک اِفاضۂ خیر۔ متقی ترکِ شر کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور مُحسِن اِفاضۂ خیر کو چاہتا ہے۔ مَیں نے اِس کے متعلق ایک حکایت پڑھی ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کی دعوت کی اور اپنی طرف سے مہمان نوازی کا پُورا اہتمام کیا اور حق ادا کیا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو بزرگ نے بڑے انکسار سے کہا۔ مَیں آپ کے لائق خدمت نہیں کر سکا۔ مہمان نے کہا کہ آپ نے مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ مَیں نے احسان کیا ہے کیونکہ جس وقت تم مصروف تھے مَیں تمہاری املاک کو آگ لگا دیتا تو کیا ہوتا۔ غرض متقی کا کام یہ ہے کہ بُرائیوں سے باز آوے۔ اس سے آگے دوسرا درجہ اِفاضۂ خیر کا ہے۔ جس کو یہاں مُحسِنون کے لفظ سے ادا کیا گیا ہے کہ نیکیاں بھی کرے۔ پُورا را ستباز انسان تب ہوتا ہے۔ جب بدیوں سے پرہیز کر کے یہ مطالعہ کرے کہ نیکی کون سی کی ہے؟“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 178-179)

پھر فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ کی غرض یہ تھی کہ قیل وقال ہی تک بات نہ رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اگر نِرے قیل وقال اور ریاکاری تک ہی بات ہو تو دوسرے لوگوں اور ہم میں پھر امتیاز کیا ہو گا اور دوسروں پر کیا شرف! تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ اور اُس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اس کو قبول کر لیں کیونکہ جب تک اس میں چمک نہ ہو کوئی اُس کو قبول

نہیں کرتا۔ کیا کوئی انسان مَیلی چیز پسند کر سکتا ہے ؟ جب تک کپڑے میں ایک داغ بھی ہو وہ اچھّا نہیں لگتا۔ اسی طرح جب تک تمہاری اندرونی حالت میں صفائی اور چمک نہ ہو گی کوئی خریدار نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص عمدہ چیز کو پسند کرتا ہے اسی طرح جب تک تمہارے اخلاق اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں۔ کسی مقام تک نہیں پہنچ سکو گے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 181)

اللہ تعالیٰ اِن نصائح پر عمل کی ہمیں توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بقعۃ النور عمران۔ جرمنی)

✡✡✡✡